ہر اتوار
آپ کی خدمت میں
لازوال ادب
ترتیب و پیش کش
غلام نبی کمار
معاون مدیر: لازوال ادب
فون نمبر۔7053562468
ای میل۔lazawalada04@gmail.com

حکیم منظورؔ: ایک ہمہ جہت شخصیت

سرتاج احمد پرے

ریاست جموں کشمیر زمانۂ قدیم سے ہی اردو زبان اور شعر و ادب کا گہوارہ رہی ہے چونکہ اس ریاست کی سرکاری زبان اردو ہے اور اس بات کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے یہاں کے شعراء نے نہ صرف ریاست بلکہ ملکی سطح پر اپنی تخلیقی سوجھ بوجھ اور ذہنی ذرخیزی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ انہی شعراء و ادباء میں ایک اہم شخصیت حکیم منظور بھی ہیں۔ حکیم منظور چونکہ ادبی دنیا کے میدان کا ایک مکمل، سچا، معتبر، بے باک، دیانت دار شخصیت کے مالک تھے اسکے علاوہ وہ اعلیٰ پائے کے سخنور، سخن شناس، سخن فہم، دانشور، مفکر، صحافی، شاعر اور نثر نگار کے ساتھ ساتھ ایک بہترین منتظم بھی تھے۔

حکیم منظور کی تاریخ پیدائش ۱۷ جنوری ۱۹۳۷ء میں گوجوارہ سری نگر میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اسلامی ہائی اسکول سری نگر میں حاصل کی، اور بعد میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے ایس پی کالج سری نگر میں داخلہ لیا۔ اعلیٰ تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ مختلف سرکاری اعلیٰ و انتظامی عہدوں پر فائز رہے۔ سرکاری ملازمت میں بہترین کارکردگی کے لئے انہیں کے۔ اے۔ ایس کیڈر میں شامل کیا گیا۔

ادبی سفر کا آغاز:

اپنی تخلیقی صلاحیتوں، ادبی شعری ذوق اور مسلسل کاوشوں سے حکیم منظور نے ادبی دنیا میں ایک اعلیٰ منفرد مقام حاصل کیا۔ وہ ایک صاحب ذوق، ذ صاحب علم اور صاحب قلم تھے۔ انہوں نے اپنی ادبی تخلیقی سفر کا آغاز 56-1955ء میں کیا اور تادم آخر اس میدان میں قدم جمائے رہے۔ اس طرح انکو طویل عرصہ تک گلشن شعر و سخن کی آبیاری کرتے رہے۔ حکیم منظورؔ نے جب میدان شعر و ادب مین قدم رکھا تو سب سے پہلے جن معتبر ہستوں سے متعارف ہوئے، ان میں سب سے اہم نام "راج نرائن راز" کا ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر سیدہ نگہت نظر کو حکیم منظور نے خود ایک ملاقات کے دوران بتایا ہے:

"میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں راج نرائن رازہی میری شاعری کے سفر کو اردو میں متعارف کرانے میں اپنے تمام تر وسائل کو برائے کار لائے۔ اہل جموں بالخصوص وہاں کے ادباء و شعراء نے مجھے سر آنکھوں پر بٹھایا دیا۔ جس کا بین ثبوت یہ ہے کہ اس زمانے میں بھر میں مشہور ادبی انجمن "بزم فروغ اردو" کی صدارت کا انتخاب دس سال سے زیادہ عرصے تک اکثریت سے جیتتا رہا"۔

(ساتویں در کا شاعر حکیم منظور: ڈاکٹر سیدہ نگہت نظر)

یہ بات بھی قابل اعتراف ہے کہ حکیم منظور کو اپنا کلام مرتب کرنے اور شائع کرنے کی صلاح پہلے عابد منارویؔ نے دی۔ اس کے بعد راج نرائن رازؔ نے ان کی کتابوں کی طباعت اور اشاعت کی ذمہ داری اپنے سر لے لی۔ کیونکہ ۱۹۷۶ء تک حکیم منظور کا کلام اس قدر جمع ہو گیا تھا کہ ایک شعری مجموعہ ترتیب دیا جا سکتا تھا۔ اس طرح حکیم منظور کا پہلا مجموعہ ۱۹۷۷ء میں "ناتمام" کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے گیارہ اردو شعری مجموعے، زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئے جن میں "لہولمس چنار ۱۹۸۲ء"، "برف رتوں کی آگ ۱۹۹۰ء"، "خوشبو کا نام نیلا ۱۹۹۱ء"، "پھول شفق آنگن کے ۱۹۹۳ء"، "شعر آسمان ۱۹۹۷ء"، "صبح شفق تلاوت ۱۹۹۸ء"، "برف آفتاب ۲۰۰۰ء"، "سخن برف زاد ۲۰۰۳ء"، "قلم زبان شگاف ۲۰۰۵ء"، "چہار ضرب (رباعی مجموعہ) ۲۰۰۹ء" خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مادری زبان میں تخلیق کار کی تخلیقی صلاحیتوں کو ابھارنے اور نکھارنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ اسی طرح حکیم منظور جو کہ ایک حساس اور ذہین تخلیق کار تھے، انھیں بھی اپنی مادری زبان سے بے حد شغف تھا۔ اس بے حد شغف نے حکیم منظور کو مجبور کیا اور اپنی مادری زبان یعنی کشمیری زبان کو اپنی تخلیقات میں زندہ رکھا۔ اس طرح انہوں نے کشمیری زبان کے دو شعری مجموعے تخلیق کئے جن میں "دیوے بالہ یارس ۱۹۹۹ء"، "مے چھو ورتن تے ۱۹۹۸ء" ہیں۔

حکیم منظور کی غزلوں میں بالخصوص اور پوری شاعری میں بالعموم جو نامانوس استعارے تلازمات، لفظیات نظر آتے ہیں وہ ان کو دیگر شعراء کی صف میں سے الگ کرنے میں بہت اہم ہیں۔ ان کے کلام میں جو استعارے تلازمات اور لفظیات استعمال ہوئے ہیں: سیب صورت، بخوبیں شفق، اندھی رات، ریگ رواں، جوئے قلم، آزاد پتھر کے ہونٹ، میدان بے حریف، موج شفق، کاغذی دیوار، کالے حرف، دشت یخ، آگ کا دریا، ریت کی تختی، لوح آب۔

(شعری مجموعہ "ناتمام" سے)

پتھر مسافتیں، کنوارے الفاظ کا جزیرہ، شفق صورت، برف کا بستر، صبح کی کنواری روشنی، بوڑی رات، رنگوں کا تابش، نقشہ زاد قلم، دھوپ کا خنجر، آیات شام، حریف سنگ، گل ملبوس، بادام بدن، برف کی صورت، دھوپ کے سندر دستانے، اسودی رات۔

(شعری مجموعہ "شعر آسمان" سے)

پھول سپر، دھوپ کا مکان، دھوپ طائر، بے قبا خوشبو، دری اثر آنکھیں، دھوپ تحریریں، گونگے فسانے، بلس بے قلم، خوشبو سے صدا، دھوپ دیوار، بادام بدن، شبنم سیاس، برف تن اشجار، قفس نظر، اخروٹ کلاہتیں، شفق عبادت، پتھر لفظ، پھول بستر۔

(شعری مجموعہ "خوشبو کا نام نیا" سے)

ریشمی لہجہ، گونگی خوشبو، آئینہ تن راہ، باسی دھوپ، مسکراتی برف، روتی دھوپ، ہوا پر، کتاب سنگ، گل صدا، سنگ شعلے، آیت خوشبو، سیب منظر، نظر شائستہ بادام، سماواریت۔

(شعری مجموعہ "برف رتوں کی آگ" سے)

کتاب سخن، بے نمک مہتاب مجلی الفاظ، چاند کی آیت، حنایا پاول، بادام پیکر، گجر ساعتیں، اونی برف، پھول قبائیں، حرف گل، شفق ہوائیں۔

(شعری مجموعہ "شعر آسمان" سے)

شب گفت سمندر، مہتاب سفینہ، اخروٹوں سے حنا کا رشتہ، حنا تحریر، حرف خندہ لب، گل قلم، شفق صدا، پھول قبا، افق عبادت، گام۔

(شعری مجموعہ "صبح شفق تلاوت" سے)

حکیم منظور کی شاعری کا کینوس بیحد وسیع ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں زندگی کے مختلف پہلوؤں کی نقاب کشائی کی ہے۔ اور اس میں حیات و کائنات اور رموز فطرت کا عمیق مشاہدہ کرتے ہیں۔ انکی غزلیں پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ انکی جڑیں اپنی زمین میں بڑی گہری، پیوست ہیں۔ انکی غزلیں پڑھ کر انکی اپنی سرزمین سے بے انتہا شغف کا اندازہ ہوتا ہے۔

اے میرے کشمیر آنکھوں میں تیری
میں سجاؤں عرش سے آگے کے خواب
شجر و دیودار کا جنگل پودوں سے یہ کہتا تھا
میرے کشمیر کا اس پوری دنیا میں نہیں ثانی

یہاں کی مٹی سے جڑی ہوئی مختلف شخصیتیں یا پھر سبزہ زاروں کا ذکر ہو یا کہساروں کا، ان کے دائرہ کلام میں ضرور شامل ہوتی ہیں۔ میرک شاہ اندرابی، انور شاہ لولابی جیسی مقامی شخصیات کا ذکر اس بات کا ثبوت ہے کہ اپنی شاعری کے ذریعے پرانی روایت کو زندہ رکھنے میں وہ کامیاب ہوئے ہیں۔ دراصل ایک سچا شاعر اپنی مٹی سے قلبی تعلق رکھتا ہے، جو اس کی ضمیر میں شامل ہوتی ہے۔ کشمیریت کے نقش جس نفاست کے ساتھ حکیم منظور کی شاعری میں نظر آتے ہیں، اس کی مثال ملنا مشکل ہے اس ضمن میں انکے ہم عصر شاعر منظر ایرج لکھتے ہیں:

"جس شخص (حکیم منظور) کی تخلیقی جڑیں اپنی زمین میں دور تک پیوست ہوتی ہیں، جن سے وہ اپنی روایت، احساسات و جذبات، تہذیب و تمدن، ثقافت معاشرت کی آبیاری بھی کرتا ہے اور نشوونما بھی۔ جس سے اسکا خمیر بھی اٹھایا جا چکا ہوتا ہے، کیسے اپنے آپ کو ان خصوصیات سے الگ کر سکتا ہے جو اس کے ارد گرد اس کے لہو کی خوشبو سے مہک رہے ہوتے ہیں۔"

(منظر ایرج۔تبصرہ "سخن برف زاد")

حکیم منظور نے اردو ادب میں جہاں اپنی شاعری کا لوہا منوایا تو وہیں نثر نویسی میں بھی جداگانہ اسلوب اور منفرد انداز نے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے نثری میں کچھ زیادہ تو نہیں لکھا تاہم جو کچھ لکھا وہ قابل تحسین ہے۔ اردو نثر میں انہوں نے "اقبال ایک تذکرہ" کے عنوان سے ایک مانوگراف تحریر کیا ہے جس کو اقبال انسٹی ٹیوٹ کشمیر یونیورسٹی نے ۲۰۰۵ء میں شائع کیا۔ اس کے علاوہ صحافت کے میدان میں بھی حکیم منظور نے شہرت دوام حاصل کی سرکاری ملازمت سے رضا کارانہ سبکدوش ہونے کے بعد ۱۹۹۵ء میں ایک سہ لسانی اخبار "خبر و نظر" جاری کیا۔ صحافت کے میدان میں یہ ان کا گراں قدر کارنامہ ہے۔ جسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

چونکہ انہوں نے ادبی دنیا میں قدم رکھتے ہوئے پہلے پہل افسانہ نگاری سے ابتدا کیا لیکن نثر کی اس صنف سے ذہنی مناسبت نہ ہونے کی سبب انہیں یہ میدان جلد ہی ترک کرنا پڑا اور شاعری کی طرف مائل ہوئے۔ اس طرح حکیم منظور نے سرزمین جموں و کشمیر کے جدید اردو شعراء میں اپنا ایک منفرد مقام بنا لیا۔

حکیم منظور ریاست کی کئی تہذیبی اعر علمی و ادبی انجمنوں سے وابستہ رہے جن میں انجمن ترقی اردو ہند (جموں شاخ)، انجمن ترقی اردو ہند (کشمیر شاخ) بزم فروغ اردو (جموں) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

۱۹۵۷ء میں کشمیر میں کشمیر کی ادبی تنظیم "انجمن ارباب ذوق" سے بھی وابستہ رہے۔ اس انجمن کے سرگرم اراکین میں ان کی ہمعصر شعراء، پشکر ناتھ، برج پریمی، مہور بدخشی، وجیہہ احمد اندرابی، محی الدین شال وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ڈاکٹر برج پریمی اپنی کتاب "مباحث" میں اس انجمن کی کارکردگی پر روشن ڈالتے ہیے اور حکیم منظور کی ابتدائی ادبی زندگی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"کشمیر کی واحد ادبی تنظیم کلچرل کانفرنس کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ ہم لوگ ترقی پسند تحریک سے متاثر تھے لہذا ہم نے اپنے جذبات کے اظہار کے لیے حلقۂ علم و ادب نام کی ایک اور تنظیم بنالی تھی۔ ریاست کی سیاسی اتھل پتھل نے اس تنظیم کے اراکین میں نظریاتی اختلافات پیدا کر دئے تھے۔ ہم نے بھی حلقے سے الگ ہو کر انجمن ارباب ذوق کے نام سے ایک علیحدہ انجمن منظم کر لی تھی۔ اس کے اراکین میں جانے پہچانے ادیب تھے۔ حکیم منظور، مہور بدخشی، آنچ بہادر بھان، پشکر ناتھ، وجیہہ احمد، محی الدین شال، ڈاکٹر پریمی رومانی اور دوسرے بہت سے ادیب اس انجمن کے ساتھ وابستہ تھے۔"

(مباحث۔از ڈاکٹر برج پریمی۔ص ۱۳۹)

حکیم منظور کے کلام میں مقامی رنگ واضح اور صاف دکھائی دیتی ہے۔ یہ انکے کلام کی سب سے بڑی خصوصیت موجود ہیں۔ مقامی رنگ کرداروں اور اردگرد کے مناظر کے علاوہ ان مقامات کا ذکر بھی ملتا ہے جو ہر خاص و عام کو ازبر ہیں۔ انکی شاعری میں کشمیر کی تاریخ، ثقافت، سیاست، معاشرت اور رسوم و رواج سے متعلق اشارے ملتے ہیں اور اس طرح سے یہ شعری زندگی کی عکاسی بن جاتی ہیں۔

917006437074

جہانِ ادب کے سیاح: ڈاکٹر امام اعظم

پروفیسر خالد حسین خاں کی عمدہ پیشکش

9431414808

پروفیسر خالد حسین خاں (سابق صدر شعبہ اردو، میرٹھ کالج، میرٹھ یونیورسٹی) کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اردو سے ایم اے کرنے کے بعد 'مرزا فرحت اللہ بیگ: شخصیت اور فن' پر پی ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ "بیسویں صدی میں میرٹھ کی اردو صحافت، شاعری، مطابع اور اردو خدمات: ایک جائزہ" کے عنوان سے ان کے ڈی لٹ (اردو) کا سفر جاری ہے۔ ان کی تصنیفات و تالیفات کا سلسلہ ۱۹۹۴ء میں شروع ہوا جو ابھی تک جاری ہے۔ انہیں کئی انعامات اور اعزازات سے نواز جا چکا ہے۔ ان کے مضامین اور مقالے ملک اور بیرون ملک کے رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ ابھی حال میں ہی انہوں نے ڈاکٹر امام اعظم (ریجنل ڈائرکٹر، ریجنل سنٹر مانو، کولکاتا) کی تصنیفات و تالیفات اور ان کی ادبی خدمات کی روشنی میں ایک کتاب "جہان ادب کے سیاح: ڈاکٹر امام اعظم، تخلیق کی ہے۔

ڈاکٹر احسان عالم

زیر مطالعہ کتاب "جہان ادب کے سیاح: ڈاکٹر امام اعظم ۱۱۲ر صفحات پر محیط ہے۔ اپنے پیش گفتار کے علاوہ پروفیسر (ڈاکٹر) خالد حسین خاں نے کتاب کو چھ حصے میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا حصہ "جہان ادب کے سیاح: ڈاکٹر امام اعظم" ہے۔ دوسرے حصہ میں ڈاکٹر امام اعظم کی ادارت میں شائع ہونے والے ادبی جریدہ "تمثیل نو" (دربھنگہ) پر لکھے گئے مضامین، تبصروں اور آراء پر مشتمل کتاب "تمثیل نو: ادبی صحافت کا نقش" (مرتب: ڈاکٹر ابرار احمد اجراوی) کا ذکر ہے۔ تیسرا حصہ ڈاکٹر امام اعظم کی مرتبہ کتاب "سہرے کی ادبی معنویت" پر مبنی ہے۔ چوتھا حصہ "ڈاکٹر امام اعظم بحیثیت شاعر" ہے جس میں ان کے دو شعری مجموعوں "قربتوں کی دھوپ" اور "نیلم کی آواز" کا جائزہ لیا گیا ہے۔ پانچویں اور چھٹے حصے میں ڈاکٹر امام اعظم کی شخصیت اور فن کے حوالے سے لکھی گئی تین کتابوں "چٹھی آئی ہے!" (مشاہیر کے خطوط امام اعظم کے نام، مرتب: شاہد اقبال، کولکاتا) "دربھنگہ کا ادبی منظر نامہ: ڈاکٹر امام اعظم کی ادبی و صحافتی خدمات کے حوالے سے" (مصنف: ڈاکٹر سرور کریم) اور "ڈاکٹر امام اعظم: اجمالی جائزہ" (مصنف/مولف: ڈاکٹر ایم صلاح الدین) پر تنقیدی نظر ڈالی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ضمائم نامہ اور مصنف کا کوائف شامل ہے۔

"پیش گفتار" کے تحت ڈاکٹر امام اعظم کی ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے پروفیسر خالد حسین خاں نے بہت ہی جامع تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ ان کے خیالات کی عکاسی کرتا یہ مختصر سا اقتباس ملاحظہ کریں:

"ڈاکٹر امام اعظم، اردو کے پاسدار، ہندی کے تاجدار، انگریزی کے رازدار، شعر و صحافت کے ذی وقار اور شخص طرحدار ہیں۔ ان کی تحریروں میں ایہام نہیں، وضاحت ہے، ابہام نہیں، صباحت ہے، ان کی شاعری میں زندگی کی جستجو ہے، وہ زندگی جو ماضی، حال، مستقبل تینوں سے عبارت ہے، جس میں ماضی کا طرب، حال کا کرب اور مستقبل کی بشارت تینوں کی عکاسی و نقاشی اپنی بہار دکھاتی ہے۔"

(ص ۷:)

واقعی ڈاکٹر امام اعظم نے اردو ادب میں کچھ انفرادیت لانے کی کوشش کی ہے۔ اردو تنقید، تحقیق، تبصرہ، تجزیہ، ترجمہ اور تالیف کو ایک نیا وژن عطا کرنے کی ہر سعی ان کے یہاں ملتی ہے۔ مانو کے ریجنل ڈائرکٹر کی حیثیت سے وہ کافی مشغول رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر امور میں کئی طرح کے کام ایک ساتھ کرنا ان کی نمایاں خصوصیت ہیں۔ نثر نگاری، شاعری، تنقید، تحقیق کے علاوہ صحافت کے میدان میں چار چاند لگانے کا کام ڈاکٹر امام اعظم نے بخوبی انجام دیا ہے۔ ان کی ایسی ہی خوبیوں کو پروفیسر خالد حسین خاں نے اپنی اس کتاب میں نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے۔

کتاب کا پہلا حصہ "جہان ادب کے سیاح: ڈاکٹر امام اعظم" کے عنوان سے ہے۔ ڈاکٹر امام اعظم کی گوناگوں خوبیوں کو ایک ساتھ سمیٹتے ہوئے پروفیسر خالد حسین خاں لکھتے ہیں کہ:

"برادرم امام اعظم باشعور بھی ہیں اور باضمیر بھی، تکلف و تصنع، خود نمائی، خود ستائی سے یکسر احتراز ان کا شیوہ ہے۔ کسر نفسی ان کا طرۂ امتیاز ہے۔ نرم خو، نیک نہاد، نکتہ شناس اور شائستہ فہم و فکر جیسے اوصاف حمیدہ سے بغایت متصف ہیں۔ کاتب الحروف کو اس بات پر بے نہایت تحیر و تعجب، مسرت و انبساط اور شادمانی بھی ہے کہ امام اعظم نے دل و دماغ اور شعور و شعار میں اپنا مجلہ بعنوان "تمثیل نو" منظر عام پر لانے میں جو جوش و جذبہ، جنون و لگن اور جنون بے پایاں تھا، بحمدہٖ وہی جوش و خروش، تگ و دو، دو دہوں کے بعد آج بھی جاری و ساری ہے۔"

(ص ۱۴: -۱۳)

ڈاکٹر امام اعظم کی نثری تخلیقات جتنی دلچسپ ہوا کرتی ہیں ان کے اشعار بھی اتنے ہی متاثر کن ہوا کرتے ہیں۔ ان کی نثری نگارشات جس میں مضامین، مقالات، سفر نامے، تنقید و تحقیق، تبصرے، اداریے، وفیات وغیرہ کو پڑھنے سے محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک گلدستے میں خوبصورت پھولوں کی مالا تیار کی ہے۔ اسی طرح ان کی نظمیں اور غزلیں کافی دلچسپ ہوا کرتی ہیں۔

"تمثیل نو" کا ہر شمارہ ترقی کی نئی منزلوں اور اونچائیوں کو چھوتا معلوم پڑتا ہے۔ یہ عالمی معلومات اور نئے نئے موضوعات سے مزین ہوا کرتا ہے۔ اس کے قارئین بڑی شدت سے منتظر ہوتے ہیں کہ "تمثیل نو" کا شمارہ جلد از جلد منظر عام پر آئے تاکہ ان کی ادبی تشنگی بجھ سکے۔

"جہان ادب کے سیاح: ڈاکٹر امام اعظم" میں شامل ایک مضمون "سہرے کی ادبی معنویت" ہے۔ ڈاکٹر امام اعظم کی ایک کتاب "سہرے کی ادبی معنویت" ہے۔ اس کتاب پر اپنے تاثرات کا اظہار ڈاکٹر خالد حسین خاں نے بہت ہی خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

"سہرے کی ادبی معنویت" میں ڈاکٹر امام اعظم نے بصیرت افروز مقدمہ کے علاوہ اردو ادب کے مشہور قلمکاروں کے ۱۲ر مضامین بھی زیب داستان کے لئے شامل کئے ہیں۔ ان میں سب سے مکمل مضمون پروفیسر مناظر عاشق ہرگانوی کا ہے، جس میں انہوں نے طربیہ، بہاریہ، جمدیہ کے علاوہ طنزیہ و مزاحیہ سہروں کا ذکر کیا ہے۔ ان کے مضمون کی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے صنف سہرا کا کوئی پہلو، کوئی شوشہ اور کوئی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا ہے۔ اس کی بنیادی اور اہم وجہ یہ ہے کہ ادب کے جملہ شعبوں میں اور ہر میدان میں ایسے تخلیق کار کم ہی نظر آتے ہیں کہ سود و زیاں کے بغیر کام، لگاتار کام، بے حد و حساب کام کرنے کی سرشت ان کی باپی یا ان کی عادت میں دخول کر جاتی ہے اور وہ اپنے مسلسل و متواتر کام کئے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ علم و ادب، تحریر و تقریر اور صحافت و نقد، تحقیق و تبصرہ جن کا مقصد حیات بن جاتا ہے۔

"....."

(ص ۴۰:)

"ڈاکٹر امام اعظم بحیثیت شاعر" کے عنوان سے ایک مضمون پیش نظر کتاب میں شامل ہے جس میں ڈاکٹر خالد حسین خاں نے ڈاکٹر امام اعظم کا ایک شاعر کی حیثیت سے مفصل جائزہ پیش کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ڈاکٹر امام اعظم نثر نگاری کے ساتھ ساتھ شاعری میں بھی اپنا پرچم لہرائے ہوئے ہیں۔ وہ نسل نو کے اچھے اور سچے شاعر ہیں۔ ان کا پہلا شعری مجموعہ "قربتوں کی دھوپ" کے عنوان سے منظر عام پر آ کر قارئین سے داد و تحسین وصول کر چکا ہے۔ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ معروف مترجم سید محمود احمد کریمی نے "Proximal Warmth" کے عنوان سے کیا ہے۔ کتاب کے مصنف نے ان کی شاعرانہ انفرادیت کا تذکرہ کرتے ہوئے چند اہم نکتے پیش کئے ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

"ڈاکٹر امام اعظم کی سیرت و کردار کی طہارت، نفاست، شرافت، وراثت اور صلاحیت کے سبب ان کی شخصیت کی طرح، ان کی شاعری بھی شفافیت، طہارت، صالحیت اور اخلاقیت کی غماز ہے۔ موصوف اپنی نظم و نثر دونوں میں میزان عدل کا دامن کہیں نہیں چھوڑتے۔ جمالیاتی نقطہ نظر سے بھی ان کی شاعری میں الفاظ و خیالات کے آبگینوں کو ٹھیس نہیں لگتی یعنی وہ جس طرح اور جیسا خیال پیش کرنا چاہتے ہیں وہ اتنا واضح، دو ٹوک اور اتنا صاف نظر آتا ہے جیسے صاف پانی کی تہہ میں زمین دکھائی دے۔ ان کے یہاں انتشار و اضطراب اور فکری انحلال کے برخلاف، شائستگی، سنجیدگی، ٹھہراؤ اور وقار ہے۔....."

(ص ۵۷: -۵۸)

مزید ملاحظہ فرمائیں:

"ڈاکٹر امام اعظم نے کرب ذات کو عصری احوال و افکار، میلانات و رجحانات سے ہم آہنگ ہو کر انھیں آفاقی سمت و رفتار عطا کی ہے۔ اسلوب نگارش میں برجستگی، شستگی، سادگی، کے باوصف اثر آفرینی بھی ہے۔ گہرائی و گیرائی اور دل بستگی بھی۔ مذکورہ خوبیوں سے مملو چند اشعار سے آپ بھی لطف اندوز ہوں:

آپ سے تم تک آنے میں بھی صدیاں لگتی ہیں
دل کا حال سنانے میں بھی صدیاں لگتی ہیں
کاغذوں کی کشتیاں کھینے کو جب بچے چلے
ان کی آنکھوں کی نمی سے ہو گئی برسات بھی
ساری دنیا سے نہیں ان کو ہے پردہ لیکن
وہ ملے جب بھی ملے مجھ کو نقابوں میں ملے

(ص ۵۸:)

ڈاکٹر خالد حسین خاں، ڈاکٹر امام اعظم کے شعری مجموعوں "قربتوں کی دھوپ" اور "نیلم کی آواز" کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"ان میں محبت کے گہر، عقیدت کے ثمر، عاشق کے شرر اور شاعری کے ہنر بھی دیدنی و دادنی ہیں۔ انہوں نے اپنے ذہن و ذات کے دروازے بیرونی ہواؤں کے لئے ہمیشہ کھلے رکھے اور ان کا فراخ دلی سے استقبال کیا نیز ان کی تازگی و سادگی کو محسوس اور تسلیم بھی کیا ہے۔ ..... زندگی کی سچائیاں، حقیقت کی عکاسیاں، قربتوں کی تابناکیاں، صوت و صدا کی شادابیاں اور شعری سحر کاریاں ہر جگہ اپنی جلوہ طرازیاں دکھا رہی ہیں۔....."

(ص ۵۹: -۶۰)

ڈاکٹر امام اعظم کے درج ذیل اشعار کو پڑھیں اور محظوظ ہوں:

ہوا ہے تیز کوئی حادثہ نہ ہو جائے
یہ رات ہو گئی پاگل کھلا نہ در رکھو
شب سیاہ کو بھی تم عزیز تر جانو
یہ اور بات ہے آنکھوں میں تم سحر رکھو

ڈاکٹر خالد حسین خاں نے اس کتاب کو تخلیق کرتے ہوئے "چٹھی آئی ہے" کا جائزہ پیش کیا ہے۔ "چٹھی آئی ہے" مشاہیر کے خطوط ڈاکٹر امام اعظم کے نام پر محیط ہے۔ کتاب ۷۵۲ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس کتاب کو شاہد اقبال (کولکاتا) نے ترتیب دیا ہے۔ اس کتاب میں ۴۳۴ جید و جامع مشاہیر ادب و قلم کاروں کے خطوط کو جگہ دی گئی ہے۔ اپنے آپ میں یہ کتاب دستاویزی حیثیت کی حامل ہے۔ اردو تاریخ میں جب کبھی مکتوب نگاری کا تذکرہ آئے گا یہ کتاب "چٹھی آئی ہے" سرفہرست ہوگی۔ اس کتاب پر اپنی طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے خالد حسین خاں لکھتے ہیں:

"مکتوبات کے وسیلے سے ہی، انسان بے حجاب و بے نقاب اور بے باک ہو جاتا ہے خط میں تحریر کی لذت اور ندرت نیز قدرت کو بار بار پڑھنے اور دل لگانے کو قاری کا من مچلتا ہے۔ دل دھڑکتا ہے اور دماغ بھڑکتا ہے۔ "چٹھی آئی ہے" میں اکثر خطوط سرسری، چند خطوط تحسینی اور بیشتر خطوط کا اسلوب و مواد معیاری اور ادبی ہے۔ مجموعہ خطوط بعنوان "چٹھی آئی ہے" عمیق علمی اشغال اور خطوط سے دلچسپی رکھنے والوں نیز اصحاب اختصاص کے لئے ایک وقیع سوغات ہے۔" (ص ۷۵:)

اس کتاب کے بارے میں ڈاکٹر خالد حسین خاں مزید لکھتے ہیں کہ:

"..... گرچہ "چٹھی آئی ہے" مجموعہ مضامین نہیں، مجموعہ افسانہ نہیں، مجموعہ تنقید نہیں، مجموعہ تحقیق نہیں اور نہ ہی اس میں زلف برہم، گیسوئے پرخم، کیف و کرب، سوز و ساز کا ذہنی مرہم ہے، بلکہ یہ قابل قدر اور قابل فخر نیز قابل مکالمہ و مطالعہ مکتوبات کا دل پذیر مجموعہ ہے اور پڑھنے، لطف لینے، قدیم و جدید خیالات سے مزین کتاب ہے، اسے سنبھال کر اور آنے والی نسل کو منتقل کرنا ہے۔ یہ خطوط قلم کاروں کے سربستہ رازوں، باتوں، گھاتوں، ملاقاتوں اور جوڑ توڑ، جی حضوری، خوشنودی، چاپلوسی اور ابن الوقتی کے بارے میں بھی ان کے رموز و راز کھولتے ہیں، مصنوعی حصار کو توڑتے ہیں اور قارئین کو ان چالوں، چالبازیوں، مکاریوں سے خود کو محفوظ رکھنے میں بھی معاون ثابت ہوتے ہیں۔....."

(ص ۹۵:)

"دربھنگہ کا ادبی منظر نامہ: ڈاکٹر امام اعظم کی ادبی و صحافتی خدمات کے حوالے سے" کا تذکرہ ہے۔ اس مضمون کے ذریعہ ڈاکٹر امام اعظم کی ادبی خدمات کا جائزہ مختصر لیکن پر مغز انداز میں لیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں مصنف کے کوائف ہیں جن سے ان کی ادبی لگن، شوق و ذوق اور کارکردگیوں کی جھلک ملتی ہے۔

اس طرح یہ کتاب "جہان ادب کے سیاح: ڈاکٹر امام اعظم" کی زبان سادہ، روایتی اسلوب اور منفرد انداز تحریر کی حامل ہے۔ کتاب مطالعہ طلب ہے۔ اس کے مطالعہ سے کتاب کے تخلیق کار پروفیسر خالد حسین خاں کی تحریری صلاحیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ کتاب کی اشاعت کے لئے مصنف پروفیسر (ڈاکٹر) خالد حسین خاں اور ڈاکٹر امام اعظم کو دل کی عمیق گہرائیوں سے مبارکباد۔